بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مریم قریشی نے یہ ناول (گلاب رت کے حسین) صرف اور صرف نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (گلاب رت کے حسین) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیوایرا میگزین

****

ستمبر کی خوشیاں ساتھ لایا تھا۔ابراہیم کے گھر دو جڑواں بیٹوں کی پیدائش ہوئی تھی۔ سب خوش ہونے سے زیادہ حیران تھے۔کیونکہ آخری وقت تک کسی بھی ڈاکٹر نے دو بچوں کا نہیں بتایا تھا۔یہ خدا کے راز تھے اور وہ ہی بہتر جانتا ہے۔

"ایک کے ساتھ ایک فری واہ بھئی"خاور کو پتا چلا تو اس نے یہی کہا تھا۔پھر تو جیسے سب کی زبان پر یہی جملہ تھا۔ابراہیم ایک ہفتے کی چھٹیوں پر خانپور آیا تھا۔ہما کو کمزوری کی وجہ سے ہارٹ پرابلم ہو گیا تھا تو وہ تین دن آئی سی یو میں رہی تھی۔بچے صحت مند و توانا تھے۔ڈاکٹرز کو بچوں سے زیادہ ہما کی فکر تھی۔

"آہا بس اب سے مجھے دو وارث مل گئے۔اب جلتا بھنتا رہے اپنی نوکری میں"تنویر علی خان کے منہ سے نکلنے والا پہلا جملہ یہی تھا۔

"ایسا تو نا کہیں اسی کی وجہ سے آپ دادا بنے ہیں"فرازیہ بولی تھیں۔

"ہاں گدھے نے پوری زندگی میں کوئی ایک ڈھنگ کا کام کیا ہے"وہ بولے تھے۔

"چلیں ایک کیا تو سہی نا" وہ بولی تھیں۔

محبت کا کوئی ترازو نہیں ہوتا ہے۔ اگلے کی پرواہ بتاتی ہے کہ خیال کتنا ہے۔ ابراہیم اپنے بچوں کی پیدائش سے اتنا خوش تھا کہ اسے دنیا میں کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ ابراہیم کی طرف سے کئی دن سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ پہلے کوئی نا کوئی پیغام آجاتا تھا۔ جواب میں شندانہ خاموش رہتی تھی۔ بڑی اماں نے شندانہ کو قدم موڑنے کا کہا تھا۔ وہ اب یہی کر رہی تھی۔ لیکن اس سے ابراہیم کی بے پرواہی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ گھبرا کر باہر نکل آئی تھی۔

"تو پس ثابت ہوا کہ تمہاری میری زندگی میں موجودگی یہاں تک تھی" شندانہ نے خشک آنکھوں سے سوچا تھا۔

بیٹا یہ جو عشق ہے نا یہ گیلی لکڑی کی طرح انسان کو جلاتا ہے۔انسان سلگتا ہے، پھر سلگتا ہے، بار بار سلگتا ہے۔ پھر کہیں جا کر رہائی ملتی ہے۔اس کی منزلیں آسان نہیں ہیں۔اب عشق کی وادی میں قدم رکھ ہی دیا ہے تو صبر سے کام لو۔ بڑی اماں نے اسے پچھلے صحن میں بیٹھے دیکھا تو وہاں چلی آئی تھیں۔

شندانہ نے سر اُٹھا کر انہیں دیکھا۔کالی آنکھوں میں سرخی رت جگے کی غماز تھی۔

"میں حماد کے لیے راضی ہوں" شندانہ نے ہولے سے کہا تھا اور سر جھکا کر اندر چلی آ ئی۔

"یااللہ میری شندانہ کا دل بدل دے" انہوں نے بے ساختہ دعا کی تھی،ن سے شندانہ کی شکستہ حالت نہیں دیکھی جاتی تھی۔

سفینہ لاج میں گویا بارات اتر آئی تھی۔روز بچوں کے لیے صدقہ و خیرات کی جاتی تھی۔

"ہمایہ تم نے مجھے زندگی کے خوبصورت ترین تحفے دیئے ہیں" ابراہیم نے ہما سے کہا تھا۔

ہما مسکرادی تھی۔اس کا وجود کچھ ہلکا ہو گیا تھا۔ماماتا کی سرخی اس کے چہرے پر دیکھی جاسکتی تھی۔

"میں تو آج چلا جاؤں گا۔لیکن اب ان کے بغیر دل کہاں لگے گا" ابراہیم بولا تھا۔

"کچھ دن اور رہ جائیں" وہ بولی تھیں۔

New Era Magazine

نہیں مشکل ہے،اس بار بہت چھٹیاں کی ہیں میں نے۔مزید ملنا مشکل ہے"ابراہیم نرم لہجے میں بولا تھا۔اس نے غور سے ہما کا چہرہ دیکھا تھا۔اس پر کوئی نیا احساس روشن تھا۔ کچھ ایسا جو انجانا سا۔ہما اسے اجنبی سی لگی تھی۔ابراہیم کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

وقت نے اپنا دوسرا داؤ کھیلنے کے لیے جال بچھا دیا تھا۔محبت کا وجود لرز رہا تھا۔

ساتویں دن بچوں کا نام رکھ کر سادگی سے عقیقہ کیا گیا تھا۔کیونکہ سب کسی نا کسی وجہ سے مصروف تھے۔سفینہ لاج نہیں آ سکتے تھے۔ہما کے بھائی اور بہن بھی اگلے ماہ آنے والے تھے۔

مزمل علی خان اور عمار علی خان یہ دونوں نام خان صاحب نے رکھے تھے۔

شام کو جب ابراہیم خدا حافظ کہنے گیا تو بولے۔

New Era Magazine

"خوشی خوشی جاؤاور واپس آؤ" ابراہیم مسکرادیا۔اس کادل پہلی بار بوجھل تھا۔وہ جانا نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن اسے جانا تھا۔اولاد چیز ہی ایسی ہے۔انسان کو سرتاپیر بدل دیتی ہے۔ابراہیم کو بھی بدل دیا تھا۔

ستمبر کا وسط تھا۔موسم تبدیل ہو گیا تھا۔ گرمی قدرے کم ہو گئی تھی۔

شندانہ کے ہاں کرنے کی دیر تھی۔ حماد اور شندانہ کی منگنی طے پاگئی تھی۔شندانہ نے ابراہیم کو بلاک کر دیا تھا۔ کس دل سے کیا تھا یہ صرف وہ ہی جانتی تھی۔اس کا دل ضد پر قائم تھا۔ مگر اس نے دماغ سے فیصلہ کیا تھا۔وہ ہما کا گھر نہیں توڑے گی، یہ اس نے سوچ لیا تھا۔اور ٹھیک سوچا تھا۔نیک لڑکیاں ایسی ہی تو ہوتی ہیں، جہاں انہیں لگتا ہے کہ منزل انکا نصیب نہیں ہے وہ وہاں جانا تو دور جھانکنا بھی پسند نہیں کرتی ہیں۔شندانہ کے سرخ چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔نیند اور غذا کی کمی نے اسے دنوں میں دبلا کر دیا

تھا۔کاجل لگاناتووہ بھول چکی تھی۔چہرے پر محبت کے بچھڑنے کا غم صاف لکھاہوا نظر آتاتھا۔لیکن یہ دنیاہے یہں سب ہماری مرضی دے نہیں ہوتاہے۔

ابراہیم سوات وآپس آیاتواسے شندانہ کاخیال آیاتھا۔متعدد بار نمبر ڈائل کرنے پر جواب نہیں ملاتھا۔اسے پریشانی ہوئی تھی۔سفینہ لاج میں خوشی وہنگامے کے باعث وہ کچھ دنوں کے لیے شندانہ سے غافل ہوگیاتھا۔شندانہ کی محبت سچی تھی وہ یہ جانتاتھامگر اس کی طرف سے یہ خاموشی قاتل تھی۔گھر میں خاموشی چھائی رہتی تھی۔وہ سارادن آفس میں گزار دیتاتھا۔رکے ہوئے دنوں کے کی کام نپٹاکر جب وہ فارغ ہواتھاتوایک شام اسے تحریم کی کال آئی تھی۔وہ اسے ڈنر پر انوائٹ کررہی تھی۔ابراہیم نے سوچاکہ وہ شندانہ کو سرپرائز دے گا۔لیکن وہ یہ نہیں جانتاتھاکہ اس کے لیے سرپرائز تیار تھا۔ ایک لاجواب شاکنگ سرپرائز جووقت اسے دینے والا تھا۔

شندانہ کی ہاں کے بعد حماد خوشی سے پھولے نہیں سمارہا تھا۔اس کے والدین پاکستان آ چکے تھے۔وہ پانچ بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔اس کا دل آج کل ہواؤں کے لے پر رقص کرتا تھا۔محبت کی کھلکھلاہٹیں عروج پر تھیں۔شندانہ کی طرف سے ہنوز خاموشی تھی۔شندانہ کے لیے یہ سب اچانک تھا تو وہ اسے وقت دینا چاہتا تھا۔لیکن ااسے کیا پتا تھا کہ شندانہ کو والدین کی عزت نے مجبور کیا تھا۔وہ اس کی زندگی میں داخل تو ہو ہی رہی تھی بوجھل دل اور قدموں کے ساتھ۔

اگر! مجھ سے پوچھا جائے

لفظ محبت کیا ہے

تو میں کہوں گا

فقط دلبر کی ہاں ہے

یاور اس رشتے سے بہت خوش تھا۔اس کے خیال میں حماد سے بہتر شندانہ کے لیے کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔وہ فارم ہاؤس سے واپس آیا تو شام کے وقت شندانہ کو ننگے پاؤں گھاس پر چلتے دیکھا۔وہ ارد گرد سے بے نیاز ہو کر چل رہی تھی۔ ملگجے سے حلیے میں بالوں کا جوڑا بنائے یہ شندانہ تو نہیں تھی۔یاور کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

گلاب رت میں حسین چہرو ہمیں بتاؤ اداس کیوں ہو
دلوں پر بیتی سب کہانیاں ہمیں سناؤ اداس کیوں ہو

اس نے اپنی پسندیدہ نظم کے اشعار پڑھے تھے۔

شندانہ نے چونک کر یاور کو دیکھا تھا۔

"کیا ہوا ہماری بلی اداس کیوں ہے؟" یاور نے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں بس ویسے ہی دل بوجھل ہو رہا ہے پتا نہیں کیوں؟"شندانہ نے کمزور لہجے میں کہا تھا۔۔

"کوئی وجہ تو ہو گی نا ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟"یاور اصرار پر اتر آیا تھا۔شندانہ کی آنکھوں کے گرد ہلکے گہرے تھے،چہرہ زرد تھا۔اسے شندانہ کے چہرے پر لفظ محبت واضح لکھا ہوا نظر آرہا تھا۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟؟"یاور نے پوچھا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔بس تھوڑی سی ویکنس ہے"شندانہ بولی تھی۔

"واقعی یہی بات ہے نا"یاور نے پوچھا تھا۔

"بالکل صبح سے کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو اس لیے لگ رہا ہو گا"شندانہ کمال کی اداکار بن گئی تھی۔

New Era Magazine

"اچھا چلو اندر کچھ کھالو" یاور نے فکر مندی سے کہا تھا۔

شام اتر آئی تھی۔ ستمبر کا اخیر تھا۔ خنکی نے وادی کا بسیرا کر لیا تھا۔اور دھند تو شندانہ کی زندگی پر بھی چھاگئی تھی۔

یہ کائنات صراحی تھی، جام آنکھیں تھیں

مواصلات کا پہلا نظام آنکھیں تھیں

اس نے آنکھوں میں کاجل کو مزید گہرا کیا تھا۔گلابی آنچل کو سر پر ٹکایا،اور مصنوعی مسکراہٹ سے چوڑیاں پہننے لگی۔آج شندانہ نیازی اپنے دل کو مسل کر حماد کے نام کی انگوٹھی پہننے جا رہی تھی۔

New Era Magazine

ہر انسان چاہے وہ جس بھی فطرت کا ہو اس کا موڈ ہر وقت ایک جیسا نہیں رہتا ہے۔ کبھی وہ اداس ہوتا ہے کبھی وہ خوش۔ اور جو انسان جتنا گہرا ہوتا ہے وہ اتنا زیادہ بولتا ہے۔ گہرے لوگوں کے قہقہے اونچے ہوتے ہیں۔ سو موڈ کبھی بھی کسی کو جانچنے کا پیمانہ نہیں رہا ہے۔

شندانہ بظاہر ایک لا ابالی لڑکی تھی۔ لیکن وہ اندر سے گہری تھی۔ جو لوگ بظاہر لاپروا نظر آتے ہیں، دراصل سب سے زیادہ فکر بھی انہیں ہوتی ہے۔ روگ بھی انہیں لگتے ہیں۔ لیکن وہ ظاہر نہیں کرتے۔ بے شک ان کے چہرے پر صاف لکھا نظر آئے وہ ٹال جاتے ہیں۔ ایسے لوگ کھرے ہوتے ہیں۔ دل میں کسی اور کو رکھ کر رشتہ کسی اور سے باندھنا اس دنیا میں کسی بھی لڑکی کے لیے مشکل ترین کام ہے۔ شندانہ صرف ہما کے لیے قربانی دے رہی تھی۔ ورنہ ابراہیم سے اسے اتنی محبت تو تھی ہی کہ وہ نیازی منزل میں کھلے عام بغاوت کا اعلان کر دیتی۔ شایان اور یاور نیازی اسے چپ چاپ رخصت کر دیتے یہ وہ جانتی تھی۔ لیکن وہ غاصب نہیں کہلانا چاہتی تھی۔ اس کے لیے محبت سے پہلے عزت تھی۔ چاہے شریعت اجازت دیتی تھی۔ اسے لوگوں کی پروا نہیں تھی۔

اسے تین معصوم دلوں کی پرواہ تھی۔شہر محبت میں رہنے والی شندانہ کسی کی زندگی سے محبت نہیں چھین سکتی تھی۔کیونکہ وہ جانتی تھی کہ محبت جب دسترس میں نہیں ہوتی تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔وہ حد سے آگے جا کر قربانی دینے جارہی تھی۔اور قربانی کبھی حد میں رہ کر دی جاسکتی ہے کیا؟؟؟؟

رات کو ٹھیک نو بجے ابراہیم نے نیازی منزل میں قدم رکھا تھا۔اسے ہلچل کا احساس ہوا تھا۔سیاہ قمیض شلوار پر سفید واسکٹ پہنے ابراہیم تیز قدموں سے اندر گیا تھا۔

تحریم اسے ڈرائنگ روم میں ہی مل گئی تھی۔وہ مسکرا کر گلے لگی تھی اور بیٹوں کی مبارک باد دینے لگی۔پھر وہ اسے اندر لے گئی۔ڈائننگ روم کے ساتھ ایک بڑا کمرہ موجود تھا جو گھر کی تقاریب کے لیے مختص تھا۔ابراہیم نے جیسے ہی کمرے میں قدم رکھا اس کی تو دنیا ہی گھوم گئی۔سامنے صوفے پر شندانہ اور حماد ایک ساتھ بیٹھے مسکرا رہے

تھے۔حاضرین محفل کے چہرے خوشی سے لبریز تھے۔ابراہیم سے ایک قدم مزید نہیں اُٹھایا گیا تھا۔یاور نے اسے پکارا تو وہ پیچھے مڑا تھا۔

بڑی اماں کی نگاہوں نے ابراہیم کے چہرے کا احاطہ کر لیا تھا۔وہاں دنیا لٹنے کا غم صاف دیکھا جا سکتا تھا۔

"آگ دونوں جگہ برابر لگی ہوئی ہے" انہوں نے سوچا اور سر جھٹک دیا۔یہ فیصلہ سب کے لیے بہتر تھا۔وہ دو دلوں کے پیچھے دو خاندانوں کو برباد نہیں کر سکتی تھیں۔دل کا کیا ہے بہل ہی جاتا ہے۔

شندانہ نے بات کرتے ہوئے نظریں اُٹھائیں تو ابراہیم کو سامنے موجود پایا۔وہ پھر نظریں جھکا کر حماد سے باتیں کرنے لگی۔جو سفید کاٹن کے کرتا پاجامے میں جچ رہا تھا۔دھیمی مستقل مسکراہٹ جو اس کا خاصا تھی وہ آج زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔

"حماد نیازی تم اس وقت دنیا کے خوش قسمت ترین انسان ہو" ابراہیم نے دل میں سوچا اور نظریں جھکا لیں۔

شندانہ نے کن انکھیوں سے ابراہیم کا مایوس چہرہ دیکھا تھا۔اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلا تھا۔

محبت انسانی وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اس بات کا اندازہ اسے آج ہو رہا تھا۔

خوشی کا چولا پہن کر ماتم کیسے منایا جاتا ہے، محبت نے اسے سکھا دیا تھا۔

ابراہیم کال سننے کا بہانہ کر کے باہر چلا آیا تھا۔وہ یہ سب برداشت نہیں کر سکتا تھا۔کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔اسے درست معنوں میں رقیب کا مطلب آج سمجھ آیا تھا۔

شندانہ واقعی مستقل عذاب میں تھی۔

وہ شکستہ قدموں سے جیپ تک آیا تھا۔ تحریم کو ضروری کام کا میسج کیا،اور گاڑی کا رخ چھاؤنی نی کی طرف موڑ دیا تھا۔

ابراہیم علی خان کی یہ پہلی اور شدید خواہش تھی جو پوری نہیں ہو سکی تھی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ وہ شندانہ کے بغیر کیسے زندگی گزار پائے گا۔ ناممکن کا لفظ اس کی ڈکشنری میں نہیں تھا۔ لیکن یہ کوئی پسندیدہ چیز یا جاب نہیں تھی جو وہ حاصل کر لیتا۔ یہ دل کا معاملہ تھا۔اس کی نگاہوں کے سامنے دو معصوم وجود آ گئے تھے۔اس نے رفتار آہستہ کی تھی۔ ورنہ آج یا تو ابراہیم نار ہتا یا پھر پورا سوات بم گولوں سے اڑ جاتا۔اسے پتا نہیں چلا تھا کہ کب آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر قمیض کا دامن بھگونے لگے تھے۔

شہر محبت میں ماتم جاری تھا۔ محبت کے دو مرکزی کردار اپنی محبت کے کھو جانے پر رو رہے تھے۔ محبت کرب کی صورت دلوں پر وارد ہوئی تھی۔

کیا واقعی ابراہیم شندانہ کو کھو چکا تھا؟ یہ اس کی فطرت کے خلاف تھا۔ وہ اپنی بات سے پیچھے ہٹنے والا مرد تو نہیں تھا۔

"میں نے تم سے صرف ایک سال ہی تو مانگا تھا" بستر پر گرنے سے پہلے اسے یہ خیال آیا تھا۔ وہ شندانہ سے شکوے کرنے لگا تھا۔

ابراہیم تقریب سے جب اُٹھ کر چلا گیا تو بڑی اماں نے سکون کا سانس لیا تھا۔

شندانہ کے لیے ہر چیز بے معنی ہو گئی تھی۔

پھر حماد نے ڈائمنڈ کی انگوٹھی اس کی انگلی میں ڈال دی تھی۔

اسے ایسے لگا کہ کوئی لوہے کی تپی ہوئی سلاخ اس کے وجود کے اندر حائل ہو گئی ہو۔
مبارک سلامت کا شور اُٹھا تھا۔اس کے بعد شندانہ کو کوئی ہوش نہیں رہا تھا۔

محبت لفظ جدائی کا

محبت خواب سودائی کا

محبت محل شیشے کا

محبت کھیل لفظوں کا

محبت شہہ مات کی صورت

محبت سراب کی صورت

سفینہ لاج میں بچوں کی وجہ سے خوب رونق ہو گئی تھی۔ ستمبر کی وجہ سے خانپور میں راتیں اب ٹھنڈی تھیں۔ لیکن دن ابھی بھی حبس زدہ تھے۔ سمین آپا اور کاشان یہاں تھے۔کاشان کی چلبلی فطرت کے باعث ہما کا دل لگا رہتا تھا۔سائرہ اور مظاہر آفندی

بھی سفینہ لاج میں تھے، سو ابراہیم کی کمی کسی کو اتنی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ سوائے ہما کے، اس کی تو سانسیں ہی ابراہیم کی شکل دیکھ کر روانی پکڑتی تھیں۔ فون یا ویڈیو کال سے کہاں دل بھرتا تھا۔ ابراہیم کی طرف سے صرف فرض کا رشتہ تھا۔ مگر ہما کی طرف سے یہ صرف دل کا رشتہ تھا۔ ابراہیم اس کا محبوب شوہر تھا۔ جبکہ وہ ابراہیم کے لیے صرف وفا شعار بیوی تھی۔ مسئلہ تو ہونا تھا۔ جذبات کی تفریق مسئلہ تو کھڑا کرتی ہے نا ؟؟ کیوں نا کرتی؟ زندگی اسی کا تو نام ہے۔

ہما نے سب کو بچوں کے ساتھ مصروف دیکھا تو وہ اندر چلی آئی تھی۔ کمرے سے ملحق اسٹڈی میں اس نے قدم رکھا تو ابراہیم کی ڈائری سامنے ریک میں سجی نظر آئی۔ اس کے لبوں پر مسکان پھیل گئی۔ وہ حسب معمول اپنی ڈائری ساتھ لے جانا بھول چکا تھا۔ ہما نے ہاتھ بڑھا کر ڈائری اُٹھالی تھی۔ ہلکے جامنی رنگ کے جوڑے میں شوخ رنگ کی لپ اسٹک لگائے وہ بے تابی سے ڈائری کے اوراق پلٹنے لگی تھی۔ اسے پاؤں میں جلن محسوس ہوئی تو وہ ڈائری لیکر بیڈروم میں آگئی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اپنی زندگی کی منحوس ترین گھڑیوں کا سامنا کرنے والی ہے۔

سوات سٹی ہاسپٹل میں آئی سی یو کے باہر کا منظر بے چین کر دینے والا تھا۔شندانہ کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔سب لوگ حیران وپریشان تھے۔بڑی اماں کے سوا کوئی بھی اس کے پیچھے چھپی وجہ سے واقف نہیں تھا۔حماد کا دل تو سکڑ گیا تھا۔محبت میں زندگی صرف ایک شخص سے منسوب لگتی ہے۔محبت میں ہر شے کی اہمیت فانی ہو جاتی ہے۔محبت ایسا طلسم ہے جو انسان کو سدھ بدھ سے عاری کر دیتا ہے۔

اس کے چہرے پر پریشانی صاف یہ بتا رہی تھی کہ حماد کو شندانہ کتنی عزیز تھی۔گلاب رت ختم ہو گئی تھی۔خزاں کی آمد آمد تھی۔شہر محبت میں غم کا دربار سجنے کو کو تھا۔محبت اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھ رہی تھی۔

وقت نے تقدیر کا لکھا ظاہر کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس کا مجھ سے سورج مکھی سا رشتہ ہے۔ سورج مکھی کے پھول کا رخ ہمیشہ سورج کی طرف ہوتا ہے۔اس کی زندگی کا سورج میں ہوں۔ وہ بھی سورج مکھی کی طرح میری طرف رخ کیے رکھتی ہے۔ میں ڈرائنگ روم میں ہوتا ہوں تو کاریڈور سے اس کی نظریں میرا طواف کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ میں لان میں ہوتا ہوں تو گلاس وال سے اس کی نظریں میرے دل میں جھانکنے کے لیے بے تاب ہونے لگتی ہیں۔ میں جب گیراج میں روز گاڑی پارک کرتا ہوں تو اس کی نظریں کمرے کی کھڑکی سے خوش آمدید کے پیرائے میں لپٹی ہوئی محبت سے لبریز مسکراہٹ دانستہ یا نادانستہ طور پر مجھے دان کرتی ہیں۔ وہ میری شریک حیات ضرور ہے، مگر میری شریک دل کبھی نہیں بن سکی۔ یہ بات مجھے اکثر افسوس میں مبتلا کر دیتی ہے، لیکن میں کیا کروں؟ اس معاملے میں بالکل بے بس ہوں۔ ہما آفندی سے میں فرض کا رشتہ تو نبھا سکتا ہوں محبت کا قطعاً نہیں۔

ہما کے چہرے پر مسکراہٹ مدھم ہوتے ہوتے ختم ہو گئ تھی۔اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا اور وحشت سے ڈائری بند کر دی۔اس کے کمرے میں کوئ نہیں تھا۔ہما نے اپنی پیشانی سے پھوٹتا پسینہ صاف کیا اور سائیڈ ٹیبل پر پڑے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلنے لگی تھی۔ہما کو لگ رہا تھا کہ دنیا لمحہ بہ لمحہ سکڑ رہی ہے۔دل میں اچانک درد سا اُٹھا تھا۔یہ کیا ہو گیا تھا؟ب یہ کیا ہو رہا تھا؟وہ صرف ابراہیم کے لیے بوجھ تھی کیا؟؟کیا ان دونوں کے درمیان فرض کا رشتہ تھا۔اس کے دل سے شدید محبت کی تپش بھی ابراہیم کے دل کو چھو نہ سکی تھی۔اس کی آنکھوں سے آنسو بھل بھل نکل کر اس کا دامن بھگوئے جا رہے تھے۔ایسا دامن جو پہلے ہی تار تار تھا۔کیا اس کا اور ابراہیم کا گھروندہ مکڑی کے گھروندے سے بھی کمزور تھا؟؟دو ننھے پھولوں کی آمد بھی ابراہیم کے دل میں نرم گوشہ پیدا نہیں کر سکی تھی۔وہ سوچتی جا رہی تھی۔اور اس کا دل غم سے پھٹتا جا رہا تھا۔یہ ایسا درد تھا جس کا کوئ مداوا نہیں تھا۔

اس نے کہیں پڑھا تھا، کہ جس سے پیار ہو،اسے اپنی نظروں کے سامنے کسی اور کے لیے تڑپتے دیکھنے سے بڑی کوئ اذیت نہیں ہوتی۔

میرا دل کبھی کبھی خالی سا کیوں ہو جاتا تھا۔ یہ شاید ابراہیم کے دل کی رمزیں بوجھ لیتا تھا ۔مجھے ایسے ہی تو بار بار ایک جیسے خواب نہیں آتے تھے۔ ہما کو اس لمحے اپنا ہر خدشہ، ہر واہمہ سچ لگا تھا۔ کیونکہ وہ بدقسمتی سے سچ ثابت ہو چکا تھا۔ بعض سچائیاں جان لیوا ہوتی ہیں۔ بعض جھوٹ دلاسا ہوتے ہیں۔ ابراہیم کی طرف سے فرض کی ادائیگی بھی اک دلاسا تھی۔ ہما کا سر پھٹنے کے قریب تھا۔

"مجھے افسوس ہے پیاری! لیکن تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں" وقت نے نرم لہجے میں کہا تھا۔ ہما کی حالت نے اسے افسردہ کر دیا تھا۔ وقت بھی کسی کسی کے لیے ہی پریشان ہوتا ہے۔

یاور نے سب کے ستے ہوئے چہرے دیکھے تھے۔ گل مکئی، شایان نیازی، حماد اور تحریم کے چہروں پر فکر صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ اسے معاملہ کوئی اور لگ رہا تھا۔ ورنہ شندانہ عام سی باتوں پر دل چھوڑنے والی نہیں تھی۔

"بڑی اماں وجہ سے واقف ہوں گی" یاور نے سوچا تھا۔وہ ہسپتال سے باہر آگیا تھا۔اس نے بڑی اماں کو کال ملائی تھی۔دوسری طرف روزی نے فون اُٹھایا تھا۔

"بڑی اماں سے بات کرواؤ" یاور نے کہا تھا۔روزی کی دھڑکنوں میں ہلکا سا ارتعاش ہوا۔وہ شادی کے بعد پہلی دفعہ یاور کا فون سن رہی تھی۔۔

"کس کا فون ہے؟"گل رخ نیازی نے پوچھا تھا۔روزی نے ہڑبڑا کر فون ان کے حوالے کر دیا تھا۔

"شندانہ کی یہ حالت کیوں ہے؟آپ سب جانتی ہیں؟ مجھ سے نہیں چھپا سکتی ہیں آپ" یاور نے تشویش بھرے لہجے میں کہا تھا۔

انہوں نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے جھٹکا،اور روزی کو چائے لینے کے لیے بھیج دیا تھا۔

"ہاں میں جانتی ہوں، معاملہ دل کا ہے۔راج کماری کی دسترس میں دوسری سلطنت کا راجکمار نہیں آسکتا،اس بات کو راجکماری نے دل پر لے کیا ہے۔اپنی سلطنت کے شہزادے سے اسے کوئی قلبی لگاؤ نہیں ہے" انہوں نے گفتگو کو ایک پیرائے میں لپیٹا تھا۔

"آپ مجھ سے تو کہتیں، میں کوئی راہ نکال لیتا۔ مجھ سے شندانہ کی یہ حالت نہیں دیکھی جارہی" یاور رودینے کو تھا۔

"تمھیں کیا لگتا ہے، میں نے ایسے فیصلہ کرلیا ہوگا۔جو اس کو پسند ہے اس کا حصول نا ممکن ہے" بڑی اماں نے حتمی لہجے میں بات کی تھی۔

"آخر کو وہ انسان ہی ہوگا نا؟اس کا کوئی نام تو ہوگا" یاور زچ آگیا تھا۔

New Era Magazine

"بس جس گاؤں نہیں جانااس کا راستہ پوچھنے سے کیا مطلب؟" بڑی اماں سوال و جواب سے تنگ آ گئی تھیں۔

"افففف۔۔۔" یاور بڑبڑایا تھا۔ بڑی اماں فون رکھ چکی تھیں۔

"بس ایک بار تم ٹھیک ہو جاؤ شندانہ۔ تمہاری خواہش کو پورا کرنے کے لیے آگ و خون کا دریا بھی اگر پار کرنا پڑا تو خدا کی قسم میں پیچھے نہیں ہٹوں گا" یاور نے کہا تھا۔ شندانہ اسے سگی بہنوں جیسی عزیز تھی۔ اور بہنوں کے دکھوں پر سب سے زیادہ بھائی ہی تو اداس ہوتے ہیں۔

"آپ دیکھ رہے ہیں شایان! میری بچی کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ کیسے چپ ہے یہ، ورنہ یہ تو نیند میں بھی بولتی ہے" کئی گھنٹوں سے بمشکل صبر کر کے بیٹھی گل مکئی کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ انہوں نے چھکوں پھکوں رونا شروع کر دیا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا میری بچی کو ابھی ٹھیک ہو جائے گی،مزاق کرنے کی عادت ہے اسے" انہوں نے سرخ آنکھوں سے تسلی دی تھی۔

حماد پھر ڈاکٹر سے اندر جانے کی ضد کر رہا تھا۔وہ اسے دیکھتے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ تحریم نماز پڑھ کر آگئی تھی۔

"شاید شندانہ اس رشتے سے راضی نہیں تھی"تحریم نے سوچا تھا۔

"پھر کون ہے وہ؟جو اس کے دل کا مکین ہے"یہ سوال تحریم کو تنگ کرنے لگا تھا۔

شایان حماد کو لے آئے تھے۔اسے یاور کے ساتھ زبردستی گھر بھیجا تھا۔

"یہ بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا ہے میرے مولا؟"شایان نیازی کی تسبیح تیزی سے گھومنے لگی تھی۔

New Era Magazine

"محبت اگر دلکش ہے تو ظالم بھی تو ہے" وقت نے سرگوشی کی تھی۔

شہر محبت میں سب سے سنگین مسئلہ اس وقت دل کا تھا۔ شہر محبت کا مرکزی نقطہ بھی تو دل تھا۔

ملتان میں بھی موسم نے آہستہ ہی سہی مگر کروٹ بدل لی تھی۔ سمل کے دن روکھے پھیکے سے تھے۔اس کا دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔ طلحہ سے رابطہ کیے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا۔

"یہ لڑکا بالکل ہی غائب ہو کر رہ گیا ہے" وہ بڑبڑائی تھی۔

New Era Magazine

"اللہ جی! زرا بھی احساس نہیں اسے میرا کہیں سے تو رابطہ کی سبیل نکال میرے مالک" وہ ٹیرس پر ٹہلتے ہوئے مسلسل دعائیہ الفاظ بول رہی تھی۔

"وہ کیسے مل سکتا ہے۔اس کی ڈیوٹی بہت مشکل ہے۔صبر کرو بی بی! اب شہر محبت میں ہر چیز گھی شکر تو نہیں ہوتی ہے کچھ کڑوا بھی ہوتا ہے جو کہ برداشت کرنا ہوتا ہے" وقت نے سرگوشی کی تھی۔

"تم ہمیشہ ہجر ہی لاتے ہو اپنے ساتھ وصل سے توازل کا بیر ہے تمہیں" محبت کرلائی تھی۔

"ہجر کی تپتی دھوپ کے بعد وصل ہی لاتا ہوں۔کبھی وصل مجازی اور کبھی وصل خدائی" وقت نے جواب دیا تھا۔یہ کیسے ہوتا کہ وہ جواب نا دیتا۔اس کا کام ہی جواب دینا تھا جو وہ دے رہا تھا۔

\-

یہ صرف گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک نہیں تھی۔بلکہ نیازی منزل کے مکینوں کے دل ٹک ٹک میں سمٹ آئے تھے۔جیسے جیسے وقت گزر رہا تھاشندانہ کے کومے میں جانے کے چانسز زیادہ ہو رہے تھے۔

"تمھیں واپس آنا ہی ہو گاشندانہ "حماد کی بر براہٹ جاری تھی۔

"صبر کریں بھائی!"تحریم نے اسکا کندھا تھپتھپایا۔یاور پتا نہیں کہاں غائب ہو گیا تھا۔اس نے ادھر ادھر نظریں گھمائیں تھیں۔اور یاور کے لیے ٹیکسٹ چھوڑ دیا تھا۔

بس جو ہو رہا تھاوہ غلط وقت پر ہو رہا تھا۔لیکن انسان کی عقل کی ایک حد ہے۔تقدیر تو لا متناہی ہے۔

نیازی منزل میں آئیں تو اس وقت سکوت تھا۔سب لوگ دعا گو تھے۔ حتیٰ کے در و دیوار بھی شندانہ کی سلامتی کی دعا میں مصروف تھے۔

"مجھے یہ دل کا معاملہ لگتا ہے؟شندانہ نے ضرور کسی پر دل ہارا ہے جو نیازی منزل کے مکینوں کے لیے نا قابل رسائی ہے" روزی نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

"واقعی معاملہ دل کا ہے اور بڑا سنگین معاملہ ہے" وقت نے کہا تھا۔

"اللہ کرے شندانہ کو نارسائی کا پہاڑ جیسا بوجھ نہ اُٹھانا پڑے" اس نے جائے نماز پر چپکے سے دعا کی تھی۔

"میرے مالک حماد بھائی کو بھی دل کا سکون عطا فرما" وہ مزید دعا کرنے لگی تھی۔

شہر محبت میں محبت کیسا گنجلک جال بچھا چکی تھی۔ہر رشتہ بیک وقت کئی رشتوں سے جڑا تھا۔ایک کے دل کی تباہی کئی دلوں میں طوفان لا سکتی تھی۔بس پر پیچ راستے تھے اور اند

حماد ھند بھاگتی محبت تھی۔جو نہ کسی کو راستہ دے رہی تھی نا منزل کا پتا دے رہی تھی۔ اور محبت انسان کو واقعی اندھا ہی تو کر دیتی ہے۔چاہے دیکھنیا میں کسی رشتے کی صورت کیوں نا ہو!

"Love is indeed blind"

وہ اب تک سگریٹ کی دو ڈبیاں خالی کر چکا تھا۔اسے کچھ نہیں سجھائی دے رہا تھا۔ کبھی وہ کروٹ بدلتا کبھی وہ نیچے بیٹھ جاتا، کبھی وہ کاؤچ پر لیٹ جاتا۔آنکھیں جل رہی تھیں۔ اپنی قیمتی ترین متاع کو اپنی آنکھوں کے سامنے کسی اور کے پہلو میں خوشگوار موڈ میں بیٹھا دیکھ کر کیا حالت ہوتی ہے یہ ابراہیم کو اب پتا چل رہا تھا۔

"میری شندانہ معصوم ہے۔اس حماد نے اسے میرے خلاف کیا ہے" ابراہیم کا بس چلتا تو حماد کو یہیں بیٹھے بیٹھے قتل کر دیتا۔اگر بس چلتا تو!

یہ محبت انسان سے سب کچھ کروا دیتی تھی۔پھر شندانہ تو ابراہیم کی زندگی کی اکلوتی محبت تھی۔اس دنیا کی محبت نے بلے کو نچایا تھا۔اس دنیا میں محبت کے مجبور لوگوں کی شکل قابل رحم ہو جاتی تھی جو کہ ابراہیم کی اس وقت تھی۔بیٹھے بیٹھے اس کے دل کو جھٹکا لگا تھا۔

"کہیں شندانہ کو تو کچھ نہیں ہو گیا؟"اس نے بے اختیار سوچا اور جلتی ہوئی سرخ آنکھوں پر ٹھنڈا پانی گرانے لگا تھا۔

آج صبح سے ان کا دل اداس تھا۔ہما کی شکل بار بار نظروں کے سامنے آ رہی تھی۔آفس میں دو سے تین بار انہوں نے خیال کو جھٹکا۔وہ روز نہیں تو ہفتے میں دو تین بار ہما کو فون کر لیتے تھے۔ہما انہیں بہت عزیز تھی۔شادی کے بعد تو عزیز تر ہو گئی تھی۔انہوں نے لیپ ٹاپ بند کیا اور ہما کا نمبر ڈائل کیا تھا۔بیل جا رہی تھی۔

ہمانے اپنا فون بجتے ہوئے دیکھا تو جھٹ سے آنکھوں کو صاف کیا۔فون میکائیل کا تھا ۔کسی اور کا ہوتا تو وہ نظر انداز کر دیتی مگر یہ نہیں کر سکتی تھی۔اس کے اور میکائیل کے بیچ یہ شاید اس کی پیدائش کے وقت سے طے ہو چکا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہر چھوٹی بڑی مشکل میں یاد رکھتے تھے۔میکائیل بہت گہرے تھے۔مگر وہ ہما سے اپنے دل کی بات کہہ لیا کرتے تھے۔ہما کے پاس تو میری بھی تھی۔مگر میکائیل کی واحد رازدار دوست ہما تھی۔اس نے جلدی سے منہ صاف کیا اور فون آن کر لیا تھا۔

"اسلام علیکم لیڈی!"وہ خوشگوار لہجے میں بولے تھے۔

"وعلیکم السلام"ہمانے لہجہ نارمل رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔

"تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے؟سب خیریت ہے نا؟"انہوں نے پوچھا۔

"جی سب ٹھیک ہے بس وہ اسکوائش لیا آج دن میں تو زکام ہو گیا ہے" ہمانے بند جلتی آنکھوں سے کہا تھا۔

"بس یہی وجہ ہے نا؟ مجھے ممی کو کال کرنے کی ضرورت تو نہیں ہے؟" انہوں نے پوچھا تھا۔

"جی، جی بس ابراہیم کو بھی مس کر رہی تھی میں" ہمانے کہا تھا۔

"آہا تو مشرقی بیوی نے شوہر کے ہجر میں زکام لگا لیا" انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔ ہما ان کا دھیان بٹانے کو مزید باتیں کرنے لگی تھی۔

میری کہ وہی روکھے پھیکے دن تھے۔ اس نے نوشیر واں کے کیفے کے ساتھ اپنے اثاثہ جات سے ایک بلڈنگ خریدلی تھی۔ جو وہ رینٹ پر دینے کا ارادہ رکھتی تھی۔ کیونکہ یو

نیورسٹی قریب ہونے کے باعث اس علاقے میں یہ کاروبار عروج پر تھا۔وہ ایک کو کنگ کورس بھی کر رہی تھی۔اس کے باوجود بھی میری کے پاس وقت بچ جاتا تھا۔ جس میں یا تو وہ ہما کو کال کرتی تھی۔اور اگر نوشیرواں فارغ ہوتا تو اسکا سر کھاتی تھی۔وہ اب سنجیدگی سے ایم ایس کرنے کا سوچ رہی تھی۔اس نے دل کی گھبراہٹ سے تنگ آ کر باہر جانے کا سوچا تھا۔کیونکہ ہما کا نمبر تو مصروف جا رہا تھا۔

نوشیرواں نے اپنے دل کو سمجھا لیا تھا۔اس نے زندگی سے سمجھوتہ کر ہی لیا تھا۔وہ سمجھوتہ جو ہمیں کرنا ہی پڑتا ہے۔چاہے ہمارا دل مانے یا مانے۔اس نے سامنے دیکھا ایک ایشین جوڑا اس کے ریسٹورنٹ میں بیٹھا کافی پی تھا۔سفید جوڑے میں ملبوس وہ گوری سی لڑکی مسکرائی تھی۔اس کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

نوشیرواں کو ہما یاد آئی وہ بھی بے ساختہ مسکراتی تھی۔بغیر کسی وجہ کے کبھی بیٹھے بیٹھے مسکرا دیتی تھی۔اور نوشیرواں کا دل اس کی مسکراہٹ کے بھنور میں اٹک جاتا تھا۔

اسے سنجیدہ ہما کبھی پسند نہیں رہی تھی۔ لڑکی کو متوجہ پا کر اس نے نگاہیں جھکا لیں اور لیپ ٹاپ میں موجود ہما کی تصاویر دیکھنے لگا۔ اس کے لیپ ٹاپ کا پاسورڈ ابھی بھی "Huma" تھا۔ اور شاید ہمیشہ یہی رہنے والا تھا۔

یہ ایک قدرتی بات ہے جب دل سے جڑا کوئی بہت اپنا پریشان ہوتا ہے تو اس کی فریکوئنسی کی رینج سیدھی جا کر دل پر لگتی ہے اور انسان اسے شدت سے یاد کرنے لگ جاتا ہے۔ نوشیرواں کی کھری اور پاک محبت نے بھی لاکھوں میل دور بیٹھے فریکوئنسی کیچ کر لی تھی۔ صرف ہما ہی پریشان نہیں تھی۔ اس سے محبت رکھنے والے تمام لوگ پریشان تھے۔

طلحہ نے رات کے بارہ بجے ایک نئے نمبر سے سمل کو فون کیا۔ وہ جو کسی ویڈیو کی ایڈیٹنگ میں مصروف تھی۔ اس نے کال پر دھیان نہیں دیا۔ جب فون متواتر بجنے لگا تو وہ متوجہ ہو ہی گئی تھی۔

"اس وقت کون یاد کرنے لگا" وہ بڑبڑائی اور فون اُٹھالیا تھا۔

"اسلام علیکم !"طلحہ نے شگفتہ لہجے میں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام "لٹھ مار انداز میں جواب دیا گیا تھا۔

"کیسی ہو "اس نے پوچھا تھا۔

"آ گئی یاد ؟ہو گیا مشن پورا؟ بہت ظالم ہو تم طلحہ نیازی "وہ بولی تھی۔

"افففف اتنی شکایات، میں تمہیں آگاہ کر چکا تھا"

"پھر بھی بندہ ہفتے میں دو تین بار تو کال کر ہی لیتا ہے "سمل نے منہ بسورا تھا۔

"میری سمل بہادر ہے بہت "طلحہ نے کہا تھا۔

"کوئی ایسی ویسی "سمل نے آنسو پونچھے تھے۔

"اچھا وہاں کوئی لڑکیاں تو نہیں تاڑ رکھی ہیں تم نے؟ ویسے ایڈریس بتادو ہر وقت ملنے آیا کروں گی "وہ بولی تھی۔

طلحہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔وہ پھر ایک گھنٹے تک باتیں کرنے لگے تھے۔سمل کی مرجھائی ہوئی طبیعت ہشاش بشاش ہو گئی تھی۔

محبت کھیل لمحوں کا

محبت بات جذبوں کی

محبت آغاز کی صورت

محبت انجام کی مورت

علینہ کی آج کل تحریم سے زیادہ خاور سے بات ہورہی تھی۔اس لیے وہ نیازی منزل میں ہونے والی تمام کاروائیوں سے بے خبر تھی۔اسے گولڈی کے مرنے کا صدمہ ابھی تک تھا۔لیکن خاور نے اسے صدمے سے کافی حد تک نکال لیا تھا۔

"شندانہ کی طبیعت خراب ہے دعا کرنا"علینہ کو یہ میسج ملا تو اسے زرا پریشانی ہوئی تھی۔

"اللہ خیر کرے گا"اس نے جواب ٹائپ کیا تھا۔اسی ہفتے میں خاور کے گھر والے اس کے رشتے کے سلسلے میں آرہے تھے۔وہ خوش تھی۔یہی وجہ بنی تھی کہ وہ گولڈی کے مرنے کے غم کے اثر سے نکل آئی تھی۔

وقت اگر ہمیں ایک گھاؤ دیتا ہے تو ساتھ مرہم بھی دیتا ہے۔مالک کائنات بندے پر مشکل بھیجنے سے پہلے اسے اس مشکل سے نکالنے کا حل اتارتا ہے۔اسی کی دنیا ہے۔اسی کی حکمت ہے۔اس کے فیصلے ہیں۔ہم سب اس کے پابند ہیں۔

سفینہ لاج میں یہ رات بہت اداس تھی۔اماوس کی گھور سیاہ رات۔ویرانے سے کبھی کوئی آواز ساکن فضا میں حرکت پیدا کر دیتی تھی۔

فراز یہ رات میں کسی انجانے خیال سے اُٹھ بیٹھی تھیں۔کمرے میں سب سو چکے تھے۔ سمین اور سائرہ یہاں پر تھیں تو سب ہما کے خیال سے بچوں کے کمرے میں سونے لگے تھے۔

انہوں نے ابراہیم کو فون کا سوچا تھا۔

رات کے اس پہر جاگتے ہوئے ابراہیم نے جب نمبر دیکھا تو اُٹھا لیا۔سفینہ لاج سے بے وقت کال بہت کم ہی آتی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو ابراہیم؟"انہوں نے فوراً پوچھا تھا۔

"ہاں بالکل ٹھیک ہوں ماما آپ کیسی ہیں "ابراہیم نے لہجہ نارمل کر لیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔بس دل گھبرا رہا تھا، تمہیں کال کر دی میں نے "

"ہما کیسی ہے آج اس کا فون نہیں آیا میں بھی مصروف تھا نہیں کر سکا۔میرا دل نہیں لگتا اب یہاں آپ جلدی سے بھیجیں بچوں کو"ابراہیم نے کہا تھا۔

"وہ تھک جاتی ہے۔آج تو جلدی سو گئی ہے۔بچے زیادہ تر سمین یا سائرہ سنبھال رہی ہیں "

"دونوں کارٹون تنگ تو نہیں کر رہے "ابراہیم نے پوچھا تھا۔

"نہیں تو تمہارے بچے ہیں روتے بھی سر میں ہیں۔عام بچوں سے کم ہی تنگ کرتے ہیں "وہ بولی تھیں۔

انتہائی خراب موڈ کے باوجود وہ ہلکا سا کھلکھلا یا تھا۔

"اچھا میں رکھتی ہوں تم سو جاؤ" انہوں نے اللہ حافظ کہہ کر فون رکھ دیا تھا۔

یہ مائیں کیسی ہوتی ہیں۔ان کی نبض اولاد کی نبض کے ساتھ چلتی ہے۔انہیں الہام ہو تے ہیں۔ماں کے دل کی فریکوئنسی قدرت نے اولاد کی رینج تک محدود کر دی ہے۔ وہاں اولا کا دل گھبراتا ہے اور سگنل ماں کو ملتے ہیں۔اس محبت کے آگے ساری سائنس ہیچ ہے۔

انہوں نے مسکرا کر بچوں کو دیکھا اور پھر وضو کرنے کے لیے واش روم چل دیں۔ان کا دل ابراہیم سے بات کرنے کے باوجود تسلی نہیں پا رہا تھا۔کچھ تھا جو نظروں سے او جھل تھا۔وہ ٹھیک نہیں تھا۔وقت خاموش تھا۔وقت کی پر سرار خاموشی کبھی بھی خو شخبری نہیں لاتی تھی۔

رات کے تین بج چکے تھے۔شندانہ کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔سب لوگ دعاؤں میں مصروف تھے۔

بڑی اماں کو پریشانی تھی لیکن وہ مطمئن تھیں۔اس خالق کائنات نے ہر چیز ہمیں امانت دی ہے۔اوراس کی مرضی ہوتی ہے اگر وہ کچھ دے کر واپس لے لیتا ہے۔وہ مسلسل تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

گل مکئ اسٹریس لینے کے باعث بے ہوش ہو گئ تھیں۔انہیں نیند کی دوا دے دی گئ تھی۔یاور تحریم کو گھر چھوڑ آیا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ تحریم شندانہ کے دل کی حالت سے ناواقف تھی۔

"تو ایسا کون ہو گا گھر میں بڑی اماں کے علاوہ جو اس شخص کو جانتا ہو گا" وہ چائے پیتے ہو ئے مسلسل سوچ رہا تھا۔

پچھلے کئی ماہ سے شندانہ کے موڈ سوئنگز بہت ہو گئے تھے۔اس کے علاوہ کوئی قابل ذکر بات اس نے نوٹ نہیں کی تھی۔نہ کوئی لمبی فون کالز نا ہی کہیں آنا جانا۔وہ ہی اکثر تحریم اور شندانہ کو لے جاتا تھا۔بڑی اماں کے کمرے سے روزی نکلی تو یاور کو اچانک خیال آیا تھا۔

"سنو روزی!" یاور نے پکارا تھا۔

"روزی کا دل دھڑکا تھا" آج مدتوں بعد یاور نے اسے پکارا تھا۔وہ سمجھ چکی تھی کہ اس کے اندر محبت مر چکی تھی۔

محبت کبھی نہیں مرتی یہ کسی نا کسی صورت میں زندہ رہتی ہے۔کیمسٹری کے اصول کے مطابق جیسے مادہ نا بنایا جا سکتا ہے نہ تباہ کیا جا سکتا، لیکن وہ صرف اشکال بدل سکتا ہے۔

New Era Magazine

بالکل اسی طرح نہ محبت کروائی جاسکتی ہے اور نہ ہی وقت پڑنے پر ختم کی جاسکتی ہے۔یہ مختلف بہروپ بھرتی رہتی ہے۔

"جی!"وہ صرف اتنا کہہ پائی تھی۔

کیا تمہیں شندانہ نے اپنا کوئی راز کبھی بتایا ہے۔تمہیں جو بھی معلوم ہے مجھے سچ سچ بتادو۔وہ اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔اور مجھے سچ جاننا ہے"۔یاور نے ٹھوس لہجے میں کہا تھا۔

فیروزی جوڑے میں ملبوس روزی نے پہلو بدلا تھا۔

مجھے کچھ خاص نہیں معلوم لیکن شندانہ مجھے اپنے خواب سناتی رہتی تھی اکثر اور جو وہ دیکھتی تھی انہیں پینٹنگ کی صورت میں محفوظ کرلیتی تھی۔بس ایک دن اس نے کہا تھا کہ مجھے میرا "Dream" Partner نظر آچکا ہے،دعا کرو وہ میرا "Life Partner"بن جائے۔پھر حماد بھائی آگئے تھے۔بعد میں جب رشتے کی باتیں ہونے لگیں تو میں سمجھی کہ شاید حماد کے پاس ہی شندانہ کے دل کی چابی ہے۔پر وہ چپ

چپ رہنے لگی تھی۔میں سمجھی کہ شاید نیازی منزل چھوڑ کر جانے کی وجہ سے ہو گا۔ کیونکہ حماد بھائی کو شادی کی جلدی تھی۔پر یہ مجھے منگنی کے دن معلوم ہوا تھا کہ شندانہ کہ دل کی سر زمین پر حماد کی بجائے کوئی اور نام کھدا ہوا ہے"روزی نے تفصیلی بتایا تھا۔

"کیسے معلوم ہوا تمہیں؟اس کا نام؟"یاور نے بے چینی سے پوچھا تھا۔

"نام نہیں معلوم مجھے۔جب میں منگنی کی رسم کے لیے بلانے گئی تھی تو وہ کہہ رہی تھی کہ شندانہ تمہیں لاجواب ایکٹنگ کرنی ہو گی۔سرخ آنکھوں میں اس نے کاجل مزید گہرا کیا تھا"تب میں سمجھ گئی کہ معاملہ دل کا ہے،میں نے موقع کی مناسبت سے کریدنا مناسب نہیں سمجھا تھا"روزی نے کہا تھا۔

"میں فون بار بار چیک کر چکا ہوں اس میں سے کوئی سراغ نہیں ملا"یاور بڑبڑایا تھا۔ شدید بے چینی اور تھکاوٹ سے اس نے اپنا سر دبایا تھا۔روزی نے افسردہ سے یاور کو دیکھا اور مزید اداس ہو گئی۔

"ایک دن بڑی اماں سے بحث ہوئی تھی شندانہ کی،اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتی"
روزی نے کہااور اُٹھ کر چل دی۔

یاور اب صوفے پر گر گیا تھا۔اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔سب کچھ سامنے تھا مگر اس کے دماغ کی گرہ نہیں کھل رہی تھی۔ بعض اوقات سچ ایسا ہوتا ہے جو ناقابل یقین ہوتا ہے۔شندانہ اور ابراہیم کی محبت بھی ناقابل یقین بات تھی۔ مگر یہ سچ تھا۔اور سچائیاں ایسے ہی تو ہوتی ہیں۔بالکل بے لاگ بغیر کسی وجہ کے ٹھوس دلیلوں پر مبنی۔ اور شہر محبت میں محبت سے بڑھ کر دلیل کیا تھی۔سب ہاتھ باندھے اس محبت کے شو ریدگی کے سامنے بے بس تھے۔شہر محبت میں صرف محبت کا راج تھا۔وقت کو صرف اتنا حق تھا کہ وہ ہر دل سے واقفیت رکھتا تھا۔

صبح کی اذان بڑی پر کیف تھی۔ہما نے تمام رات آنکھوں میں کاٹی تھی۔اسے ان چند گھنٹوں میں اپنے بچے تک بھول گئے تھے۔یاد رہا تھا تو صرف اتنا کہ وہ ابراہیم کے دل

میں نہیں تھی۔دنیا میں اکثر شادی شدہ جوڑے بغیر محبت کے مطمئن زندگی گزار دیتے ہیں۔یہ دنیا میں کامن تھا۔مگر ہما کا اصل مسئلہ ہی دل تھا۔اس نے ابراہیم کو کبھی شوہر کادرجہ نہیں دیا تھا۔وہ اس کا محبوب تھا۔اگر وہ ابراہیم کو شوہر سمجھ لیتی تو شاید اس بات سے اسے تکلیف نہ پہنچتی مگر اسے پہنچ رہی تھی۔اور شدید پہنچ رہی تھی۔اتنی کے اس کے لیے برداشت کرنا دوبھر ہو رہا تھا۔

سمین نماز ادا کر کے کچن مں چائے بنانے چل دی تھیں۔فریج سے دودھ نکال کرا نہوں نے چائے کا پانی چولہے پر رکھ دیا تھا۔پانی کو جوش آیا تو چار کپ کے حساب سے انہوں نے دودھ ڈالا تھا۔جو کہ فوراً جا کر پھٹ گیا تھا۔وہ نہایت بدمزہ ہوئی تھیں۔پورا پانچ کلو دودھ خراب ہو گیا تھا۔انہوں نے سنک میں پلٹا اور ڈرائے ملک کی چائے کا سوچنے لگیں۔چائے بنا کر وہ کمرے میں آئیں تو دونوں ننھے وجود قلقاریاں مار رہے تھے۔سائرہ اور فرازیہ نماز ادا کر چکی تھیں۔سمین نے انہیں دودھ کے متعلق بتایا تھا۔

"رزق کا ضائع ہونا اچھی بات نہیں ہے۔میں آج صدقہ دوں گی،رات سے میرا دل پریشان ہے"فرازیہ بولی تھیں۔

"ہاں مجھے بھی اداسی ہے، مظاہر بھی کہہ رہے تھے کہ ان کے دل کو پنکھ لگ گئے ہیں۔ شکار کرنے میں زرا مزہ نہیں آرہا آج دن میں وہ واپس آجائیں گے"سائرہ بولی تھیں۔

"آپ دونوں خواتین اپنی اولادوں کو بری طرح سے یاد کررہی ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہے"سمین نے بات چٹکیوں میں اُڑائی تھی۔حالانکہ انکا دل بھی ابراہیم کی وجہ سے اداس تھا۔

تحریم بمشکل سوئی تھی۔سورج طلوع ہونے میں ابھی دس سے پندرہ منٹ باقی تھی کہ ایک خوفناک خواب سے اس کی آنکھیں کھل گئیں۔خواب اس نے بہت برا دیکھا تھا۔

خوف کی شدت سے اس نے چیخیں ماری تھیں۔اس کی چیخیں سن کر سلمیٰ اس کے کمرے میں بھاگی تھی۔

"Sorry , she is no more"

یہ الفاظ نہیں پھگلا ہوا سیسہ تھے جو ڈاکٹر نے ان کے کان میں انڈیلے تھے۔ ہسپتال ہسپتال نہیں رہا تھا ماتم کدہ بن گیا تھا۔ یہ موت نہیں ہوئی تھی ایک خوفناک حادثہ تھا جو پیش آچکا تھا۔

محبت آگ کا دریا

محبت انگار کی صورت

محبت کھیل قلندر کا

محبت جان کی صورت

محبت بات سانسوں کی

محبت رات کی صورت

محبت بخت ماتھے کا

محبت شہہ مات کی صورت

محبت عکس زخموں کا

محبت مات کی صورت

جاری ہے

نوٹ

"گلاب رت کے حسین چہرو" پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہوا گر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تا کہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine